مولوی محمد اسلم شیخوپوری، متعلم جامعہ

مجموعہ محاسن

زیر نظر مضمون میں سیدنا البنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے چند ایسے واقعات کا ذکر کر رہا ہوں، جن کے آئینہ میں آپ کے اخلاق اور [illegible] کردار کی تصویر جلوہ گر ہے۔

جرأت و مردانگی

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فراغت کے بعد ایک عرصہ تک سیاست میں بھرپور دلچسپی لیتے رہے، جمعیت علماء سرحد کے ناظم منتخب ہوئے، اپنی پرخلوص اور مدلل تقاریر سے عوام کو ایک نیا شعور اور احساس دیا، دلوں میں اسلامی محبت اور دینی معرفت کی شمع روشن کی، اور وادی سیاست کے پرخار میدان میں پیش آنے والے مصائب کو بصد صبر و تحمل برداشت کیا، مخالفین کے بیہودہ اور بے بنیاد الزامات کو مسکرا کر سنا۔ گرفتاری کی نوبت بھی آئی، لیکن جذبہ صادقہ میں کسی قسم کی لچک اور کمزوری نہیں آئی۔ آپ کے اس دور سے متعلق ایک واقعہ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ، نے سنایا، جس سے ہمارے حضرت کی بے خوفی و بے باکی، جرأت و ہمت اور شجاعت و مردانگی کا پتہ چلتا ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور میں قادیانیوں نے اپنے کارندوں کے تعاون سے ایک جلسہ کا اہتمام کیا، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمذ کے ناطہ سے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں قادیانیوں کے خلاف عام مسلمانوں سے کہیں زیادہ نفرت تھی، اس لئے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس جلسہ کے انعقاد پر انتہائی پریشانی تھی، اور ہم دونوں نے اس جلسہ کو غیرت اسلامی کے لئے ایک چیلنج تصور کیا اور اس کے مضر اثرات اور زہریلے نتائج سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مذکورہ جلسے کو ناکام بنانے کی ٹھانی۔

جلسہ کے روز میں اپنے تلامذہ کو اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کو لاٹھیوں سے مسلح کر کے جلسہ گاہ

میں پہنچ گئے، جلسہ کے آغاز میں منتظم جلسہ نے اس اجتماع کی صدارت کے لئے ایک قادیانی کا نام لیا۔ صدر جلسہ کا نام سنتے ہی مولانا بنوری نے کمال شجاعت ومردانگی سے اعلان کیا کہ اس جلسہ کی صدارت مولانا عبدالمنان صاحب کریں گے، میں نے مولانا کی تائید کردی۔ ہماری اس دلیرانہ حرکت نے قادیانی منتظمین کو آپے سے باہر کردیا، ان کے چہرے سرخ ہوگئے، اور آنکھیں انگارے بن گئیں، وہ تلملا کر بولے، صدارت کی نامزدگی کا حق تمہیں کس نے دیا ہے؟ تو تکار شروع ہوگئی۔ اسی اثناء میں ایک کڑیل قادیانی خاموشی سے میری پیٹھ پر حملہ آور ہوا، لیکن اس نے ابھی لاٹھی اٹھائی ہی تھی کہ ہمارے احباب وتلامذہ نے اسے پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے دیگر رفقاء بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے قادیانیوں کی وہ درگت بنائی کہ انہیں بھاگتے ہی بنی۔ چنانچہ جلسہ گاہ پر ہمارا قبضہ ہوگیا، مرزائی اپنی ذلت وپسپائی پر باہر کھڑے دانت پیس رہے تھے، حتیٰ کہ جلسہ گاہ میں اپنی بچھائی ہوئی دری لینے کی بھی ان کو ہمت نہ ہوئی اور ان کی لجاجت اور منت وسماجت کے بعد ہم نے ان کو دری دی، اس واقعہ کے بعد مرزائیوں کو جلسہ کرنے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔

کفن بردوش سپاہی

ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی، پاکستان کا ہر باعزت شہری کسی نہ کسی طور پر اس مقدس تحریک میں شریک تھا اور کاروانِ تحریک کے قائد ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے، اس وقت کا ایک واقعہ مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے یوں بیان فرمایا:

> ''ان دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر سوز وگداز کی جو کیفیت طاری رہتی تھی، وہ الفاظ کے جامۂ تنگ میں نہیں سما سکتی۔ تحریک کے دنوں میں جو آخری سفر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی سے ملتان، لاہور، راولپنڈی، پشاور تک کا کیا، اس کی یاد کبھی نہ بھولے گی۔ کراچی سے روانہ ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بے حد رقت طاری تھی اور جناب مفتی ولی حسن سے فرمارہے تھے۔ ''مفتی صاحب! دعا کیجئے، حق تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔ میں کفن ساتھ لئے جارہا ہوں۔ مسئلہ حل ہوگیا تو الحمدللہ! ورنہ شاید بنوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ واپس نہ آئے گا۔'' حق تعالیٰ نے آپ کے سوز دروں کی لاج رکھ لی اور .....قادیانی ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر جدا کردیا گیا۔'' (ماہنامہ بینات ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

مذکورہ تحریک کے دوران جب طلبہ جلسہ وجلوس میں حصہ لینے لگے تو حضرت نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ضرورت پڑی تو پہلے بنوری اپنی گردن کٹوالے گا، پھر آپ کی باری آئے گی۔''

اس کے بعد ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ چلی، جس میں ہر طبقہ، ہر جماعت اور ہر فرد شریک تھا، کیونکہ

ہر پاکستانی کی خواہش تھی کہ ظالم حکمران کے خلاف اٹھنے والی اس جرأت مندانہ تحریک میں اس کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہو اس عام جذبے سے دینی مدارس کے طلباء بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ طلباء صرف جذبات کی رو میں بہ رہے تھے، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دور اندیش نگاہیں ان خطرات کو دیکھ رہی تھیں، جن کا سامنا کرنا پڑتا۔ اگر فی الحال طلباء تحریک میں شریک ہو جاتے تو ان طلباء کو بلاوجہ ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا، جو بیرونی ممالک سے حصولِ تعلیم کے لئے مدرسہ ہذا میں آئے ہوئے تھے۔ اس نازک موقعہ پر حضرت نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اس وقت پاکستان کے حالات جس نازک دور سے گذر رہے ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، ہم حالات کا بنظر غائر جائزہ لے رہے ہیں اور ہمیں حالات کی نزاکت کا احساس ہے۔ بعض طلباء تحریک میں شرکت کے لئے بے تاب ہیں، لیکن میری ہدایت ہے کہ آپ صبر کریں، ابھی تحریک ہمارے بغیر بھی چل رہی ہے، اگر ہماری ضرورت پڑی تو مدرسہ کو تالا لگا کر ہم بھی میدان میں نکلیں گے، لیکن اس طرح نہیں کہ فحش گالیاں بکیں، گاڑیوں پر سنگباری کریں اور عمارتوں کو آگ لگائیں۔ نہیں، بلکہ ہم علمی اور اسلامی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے وقار اور سنجیدگی سے نکلیں گے، بہرحال وقت کا انتظار کرو، تعلیمی زیاں نہ کرو، تکرار اور مطالعہ میں مشغول رہو۔ اللہ کے کرم سے ہم بزدل نہیں، ہمارے دل میں بھی اسلامی محبت اور دینی جذبہ ہے، اگر مفتی محمود صاحب پاؤں زخمی ہونے کے باوجود تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں تو لنگڑا بنوری بھی ان سے پیچھے نہ رہے گا۔ (۱) وقت آنے پر آپ دیکھیں گے کہ بنوری کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا، اساتذہ تمہارے ساتھ ہوں گے اور تم ہمارے پیچھے ہوگے۔''

اس کے بعد انتہائی جوش کے عالم میں یہ شعر پڑھا:

فلسنا على الاعقاب تدمى كلومنا
ولكن على اقدامنا تقطر الدما

حق گوئی و بے باکی

۱۹۶۸ء میں جب ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی (جس کا اہتمام ادارہ تحقیقات کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے کیا تھا۔) تو اس کے پہلے ہی اجلاس میں ایک مقرر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اوّلیات کو غلط انداز میں پیش کر کے متجددین کے آزاد اجتہاد کے لئے گنجائش پیدا کرنی چاہی اور اس کے لئے انداز بھی ایسا اختیار کیا کہ جیسے قوت اجتہادیہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور ہمارے درمیان کوئی خاص فرق نہیں۔ اس محفل میں عالم اسلام کے معروف اور جید علماء موجود تھے، لیکن اس موقع پر اس بھرے مجمع میں جن صاحب کی آواز سب سے پہلے گونجی، وہ حضرت مولانا

(۱)......اس وقت حضرت کے گھٹنوں میں شدید درد تھا، جس کی وجہ سے چلنا بھی دشوار تھا۔

بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے مقرر کی تقریر کے دوران ہی صدر محفل مفتی اعظم فلسطین مرحوم سے خطاب کر کے فرمایا۔

''سیدی الرئیس! ارجو کم ان تلجموا هذاالخطیب' ارجو کم 'ان تلجموه، ماذا یقول؟''

ترجمہ:۔''جناب صدر! ان مقرر صاحب کو لگام دیجئے۔ براہ کرم ان کو لگام دیجئے، یہ کیا کہہ رہے ہیں''۔

ان کے یہ بلیغ الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔

(مولانا تقی عثمانی صاحب البلاغ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

جمال عبدالناصر مرحوم نے ایک موقعہ پر جب علماء اور مشائخ سے اپنے ساتھ گروپ فوٹو اتروانے کے لئے کہا تو غالباً حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ واحد شخص تھے' جنہوں نے ناصر مرحوم کی خواہش پوری نہ کی اور ناصر کے قریب جا کر اس کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر پرزور الفاظ میں یہ وصیت کی کہ:

''حق تعالیٰ نے آپ کو ایک قوی اور جری دل سے نوازا ہے' اس سے آپ اپنی زندگی میں اسلام کی خدمت لیں۔''

(از مولانا محمد امین صاحب)

علامہ طنطاوی مرحوم سے حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولانا سے پوچھا کہ کیا آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ ''ہاں اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہوں۔'' علامہ طنطاوی نے رائے پوچھی تو مولانا نے فرمایا:

''آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لئے احسانِ عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں' سائنس کی کتابیں چونکہ عموماً انگریزی زبان میں ہوتی ہیں' اس لئے علمائے دین ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے' آپ کی کتاب علماء دین کے لئے سائنسی معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے' لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے، اس سلسلے میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے' آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے، حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں' آج آپ جس نظریے کو قرآن کریم سے ثابت کرنا چاہتے ہیں' ہوسکتا ہے کہ کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک غلط ثابت ہو جائے۔ کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات (معاذ اللہ) غلط ہوگئی۔ مولانا نے یہ بات ایسی مؤثر اور دل نشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ طنطاوی مرحوم بڑے متاثر ہوئے اور فرمایا: ایها الشیخ! لست عالماً هندیاً وانما انت ملک انزله الله من السماء لاصلاحی۔ (مولانا! آپ کوئی ہندوستانی عالم

نہیں! بلکہ آپ کوئی فرشتہ ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کے لئے نازل کیا ہے''۔

(البلاغ شمارہ ذوالحجہ)

غناء نفس

ہمارے حضرت میں عزم کی ایسی مضبوطی، خلوص کا ایسا جذبہ، ارادے کی ایسی پختگی اور استغناء کا ایسا جوہر پایا جاتا تھا، جس کی بدولت آپ ہر قسم کی ترغیبات اور مصائب کے باوجود زہد واستغناء کے راستے پر زندگی بھر گامزن رہے۔ بڑی بڑی رکاوٹیں اور عظیم تر حوادث انہیں اس راستہ سے نہ ہٹا سکے۔ زخارف دنیا کی چمک دمک، سیم وزر کی چکاچوند، ظاہری لذائذ اور عارضی منافع کی کشش آپ کے پائے استقلال میں جنبش پیدا نہ کرسکی، انہوں نے اپنے علم وعمل، فہم وذکاوت اور خداداد شہرت وعزت کو جلبِ زر اور حصولِ منفعت کے لئے کبھی استعمال نہ کیا۔

حضرت کا معمول تھا کہ تعلیمی سال کے آغاز میں قدیم وجدید طلباء کی تصحیح نیت کے لئے تقریر فرماتے جس میں طلباء سے اس بات کا عہد لیا کرتے کہ وہ اس مدرسہ میں علم دین کو صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی اسلام کی بقاء اور حفاظت کی غرض سے حاصل کریں گے۔ اغراض دنیا اور ظاہری عیش وراحت کے حصول کی نیت سے نہیں..... اور علم دین کو نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنانے والے کو اس بچہ کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے، جس کے ہاتھ میں اس کے باپ نے گوہر نایاب تھما دیا ہو، مگر وہ کم فہم بچہ اس بے مثل گوہر کے عوض دکان دار سے پھل لے کر خوش ہوجائے۔ اور بڑے غصہ میں فرمایا کرتے۔

''شقی اور ملعون ہے وہ شخص جو علم دین کو حصول دنیا کے لئے استعمال کرتا ہے، ایسے بدبخت سے سر پر ٹوکری اٹھا کر مزدوری کرنے والا بدرجہا بہتر ہے۔''

اور پھر صریحی الفاظ میں اعلان فرماتے:

''جو طالب علم اس مدرسہ میں اسلامی شکل وشباہت اختیار کئے بغیر رہنا چاہتا ہے اور جس کے دل میں علم دین کے ذریعہ دنیا کو حاصل کرنے کی تمنا ہے، وہ ہمارے مدرسہ میں نہ رہے، ورنہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اور مدرسہ کے ساتھ بدترین خیانت ہوگی۔''

مجھے اللہ دے کا

افریقہ کے کسی ملک کا ایک سرمایہ دار حاضر خدمت ہوا، باتوں ہی باتوں میں اس نے اپنی امارت وفارغ البالی کا اظہار کیا۔ اور سرمایہ دارانہ مزاج کے مطابق اپنے مال وزر کی کثرت اور کاروبار کی وسعت کا تذکرہ کیا اور

پھر کہنے لگا۔ ''اس مدرسہ کو جتنا سرمایہ درکار ہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔'' اظہارِ ایثار خوب تھا، مگر اس میں تعلّی اور تکبر کی جو بو تھی، حضرت کے مزاج لطیف پر گراں گذری۔ آپ نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ان ''وارثان رسول ﷺ'' کے حضور ہمارے سیم وزر کی کوئی وقعت نہیں اور ہمارا مال و دولت ان کی نظر میں ریگ صحرا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: ''مجھے تمہارے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں، میرا اللہ مجھ کو دے گا۔ یہ مدرسہ ہم نے اسی کے توکل پر قائم کیا ہے۔'' بات دل سے نکلی تھی، دل پہ اثر کر گئی۔ شخص مذکور استغناء کے اس بدیع النظیر جوہر کا مشاہدہ کر کے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنے ملک واپسی کے بعد بیٹے کو حصول تعلیم کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

کس کس واقعہ کو تحریر کیا جائے۔ اس ''درویش'' کے کاشانہ پر تو شاہ بھی اپنے ہدایا کی قبولیت کے منتظر دکھائی دیتے ہیں، لیکن انجام کار انہیں حسرت و یاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

ایک سال پہلے غالباً دبئی کے حکمران کی جانب سے ملاقات کی دوبارہ درخواست پر بھی آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک بالکل آخری مرحلہ میں تھی، بھٹو حکومت کے ایک رکن رکین نے حضرت قدس سرہ کو پیغام بھجوایا کہ ''قائد عوام'' آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جواب دیا۔ ''۷ ستمبر کے بعد ملیں گے۔''

(بینات، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ)

زندگی کے اس دور میں جب آپ کی بے سروسامانی انتہاء پر تھی، آپ کو حکومت کی جانب سے سفارتی سطح پر بڑے عہدے کی پیشکش کی گئی تھی، لیکن آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف میں سب سے منفرد اور ممتاز نعمت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو عطا کی تھی، وہ نعمت خلوص تھی، جس کی نظیر تاریخ کے اوراق میں تو کہیں کہیں نظر آتی ہے، لیکن حال کا دامن اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے:

''اس زمانے میں (تحریک ختم نبوت کے زمانے میں جب کہ) ملک بھر میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بول رہا تھا، اخبارات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمیوں کی خبروں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کی تقریریں اور بیانات شہ سرخیوں سے شائع ہوتے تھے، چنانچہ جب صبح ہوئی تو میزبانوں نے اخبارات کا ایک پلندہ لا کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیا، یہ اخبارات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کوئٹہ کی خبروں، بیانات، تقریروں اور تصویروں سے بھرے ہوئے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اخبارات اٹھا کر ان پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر

فوراً ہی انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے بعد جب کمرے میں کوئی نہ رہا تو احقر سے فرمایا:

''آج کل جو کوئی تحریک دین کے لئے چلائی جائے' اس میں سب سے بڑا فتنہ نام ونمود کا فتنہ ہے' یہ فتنہ دینی تحریکوں کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ مجھے بار بار یہ ڈر لگتا ہے کہ میں اس فتنہ کا شکار نہ ہو جاؤں' اور اس طرح یہ تحریک ڈوب نہ جائے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس فتنے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے' ورنہ یہ ہمارے اعمال کو تو بے وزن بنا ہی دے گا اس مقدس تحریک کو بھی لے کر بیٹھ جائے گا۔''

یہ بات فرماتے ہوئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر کسی تصنع یا تکلف کے آثار نہ تھے، بلکہ دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والی تشویش نمایاں تھی۔ (البلاغ، ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

''میرے ایک محترم دوست کراچی تشریف لائے' میں نے آنے کا سبب پوچھا تو بتایا کہ: مدرسہ کے لئے کچھ زمین خریدی ہے' اس کا کچھ قرض ہو گیا ہے' یہاں کچھ احباب سے ملیں گے۔ میں نے نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد ہی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعارف کرایا۔ کراچی آنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے بلا تکلف ان کا قصہ دہرا دیا' بے ساختہ فرمایا کہ: ''ایک ہزار روپیہ ہم دے دیں گے۔'' اگلے دن صبح مجھے بلایا اور ہزار روپے میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ''رسید کی ضرورت نہیں' ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔''

(بینات، ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

''ستم ظریفی کی حد ہے کہ وہ عورت جو عصمت و تقدس کا نشان تھی اور جس کی عفت و نزاہت سے چاند بھی شرماتا تھا اسے پردہ سے باہر لا کر ناپاک نظروں کی تسکین اور نجس قلوب کی تفریح کا کام اس سے لیا گیا۔ جدید تہذیب میں عورت زینت خانہ نہیں، شمع محفل ہے۔ اس کی محبت، خلوص کی ہر ادا اپنے شوہر اور مال بچوں کے لئے وقف نہیں بلکہ اس کی رعنائی و زیبائی تماشائے عالم ہے، وہ تقدس کا نشان نہیں کہ اس کے احترام میں نامحرم نظریں فوراً نیچے جھک جائیں۔ بلکہ وہ بازار کی رونق ہے۔ آج دو پیسے کی چیز بھی عورت کی تصویر کے بغیر فروخت نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ نسوانیت کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا اسلام نے عورت کو یہی مقام بخشا تھا؟ کیا یہی آزادئ نسواں ہے، جس کے لئے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائے جاتے ہیں؟''

(بصائر وعبر، جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ)